ایک عیسائی کی گواہی

اس عنوان سے ہمعصر نور افشاں (عیسائی) نے ایک مضمون شائع کیا ہے جو درج ذیل ہے - آپ لکھتے ہیں :-

"یہ عیسائی پہلے مسلمان تھا اور اپنے عیسائی ہونیکے بعد وہ یوں تحریر کرتا ہے کہ میں ترکی مسلمان تھا اور کمبخت بیہودہ اور نادان ہوکے میں اسلام کی جسمانی حالت اور تاریکی کے مطابق چلتا تھا۔ اتفاقاً میری ایک مسیحی سے ملاقات ہوئی جس نے مجھکو بار بار انجیل کی سچائی سے آگاہ کیا تھا۔ یہانتک کہ خداوند کریم نے مجھپر اپنی برکت نازل فرمائی اور میں نے کمال خوشی سے کلام کو قبول کرلیا۔ اور میرے مسیحی دوست نے مجھے ایک پادری صاحب کے پاس پہنچا جسنے مجھے اور زیادہ انجیل کی تعلیم دی۔ جس سے مجھے بہت تسلّی ہوئی۔

ایک دن ایسا ہوا کہ مسلمانوں نے مجھے پکڑا اور ایک مردود کی طرح مجھکو مارا اور پیٹا۔ لیکن میں اُن سے مقابلہ نکرتا تھا۔ کیونکہ میرا خداوند برائی اور سختی کی برداشت کرنیوالا تھا۔ اور جب اُنہوں نے جانا کہ یہ شخص ہماری نہیں مانتا تو مجھے لیکر حاکم کے سپرد کیا۔ پر اس حاکم نے مجھے سپاہی بناکے ایک پلٹن میں شامل کیا جو عرب کے صوبہ حجاز کی طرف بھیجی جاتی تھی۔ تاکہ میرا ایمان درست کیا جاوے۔ اس تجویز سے مجھے پہ نقصان نہوا۔ اور نہ انکا مطلب پورا ہوا۔ جب میں مکّہ سے واپس آیا تو میں خداوند نجات دہندہ کی جگہ پھر گیا۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ یہ شخص ضرور عیسائی ہونیوالا ہے تو اُنہوں نے قصد کیا کہ مجھے مار ڈالیں۔

میرے والد نے آپ جائداد کو اسلام کے مُلّاؤں کو بخشدیا۔ تاکہ مجھکو وراثت سے حصّہ نہ ملسکے اور میں نے انجیل کی راہ میں کوشش کی۔ اگرچہ مجھے بہت تھوڑی خبر ملی۔ میں نے دُعا کرنا شروع کیا۔ اور خصوصاً میں خداوند کی دعا استعمال کرتا تھا۔ ایک آئت بھی مجھے ملی جس میں یہ تعلیم تھی کہ خداوند یسوع یوں کہتا تھا۔ اے تم سب جو تھکے اور بڑے بوجھ کے نیچے دبے ہو میرے پاس آؤ اور میں تمکو آرام دونگا۔ یہ کیسی خوب آیت ہے۔

جب میری مصیبتیں بہت زیادہ ہونے لگیں اور اسلامی کاروائی میری نسبت شروع ہوئی

میں اپنے ملک فلستان کو چھوڑ کر سکندریا میں آگیا۔ یہاں میری مصیبتوں کا ایسا خاتمہ ہوا۔ اور میں نے خدا کی پوری برکتیں پائیں۔

جب میں مسیح پر ایمان لایا اور یقین کیا کہ وہ میرے لئے اور سب گنہگاروں کیلئے صلیب پر کھینچا گیا اور مر گیا۔ اور تیسرے دن پھر جی اُٹھا۔ تاکہ ہمکو موت کے بند سے آزاد کرے اور ہمکو راستباز بناکے خدا سے میل کرادے۔ تو میں نے دلی آرام پایا۔ پھر ایک رات ماہ مارچ سنہ ۱۹۰۹ء کو میں نے بپتسمہ پایا۔ میں خدا کی تعریف کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ میں از سر نو پیدا ہوا ہوں۔ اور خدا نے مجھے اپنے لہو سے پاک کیا۔ اور باپ بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دلایا۔ مارچ ۵ اسنہ ۱۹۰۹ء میں میں نے بپتسمہ پایا اور اسی دن سے مجھے بڑی برکت ملی۔ اے خداوند کاشکہ تو بہت لوگوں کو توبہ کی توفیق بخش دیوے۔ تاکہ وہ بھی باپ بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ پاویں اور نتیجہ حاصل کریں۔ (نور افشاں ۲۴ ستمبر سنہ ۱۹۰۹ء)"

جواب یہ ہے عیسائی مذہب کا خلاصہ کہ ہمارے گناہوں کو مسیح نے اُٹھالیا۔ بس ہم سبکدوش ہیں۔ ہر ایک مذہب کی کوئی نہ کوئی خصوصیت ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ مذہب دوسرے مذاہب سے ممتاز ہوتا ہے۔ عیسائی مذہب کی خصوصیت یہی ہے کہ اُس میں گناہوں کا کفارہ حضرت مسیح ہیں اور بس۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں۔ انسان سراپا گناہگار ہے۔ جو وقت گناہ میں جاتا ہے وہ تو واپس آنے کا نہیں۔ اسلئے اس کے گناہوں کی بخشش اسکے سوا نہیں ہوسکتی کہ کوئی شخص جو خود بیگناہ ہو اُن کیلئے کفارہ بنے۔ کہتے ہیں اس سے خدا کا عدل بھی بحال رہتا ہے کیونکہ اوسکا وعدہ ہے کہ مجرموں کو سزا دونگا۔ اور رحم بھی بجا۔ کیونکہ بغیر سزا دئے اُس نے چھوڑ دیا۔ پس کفارہ خدا کی صفات (عدل اور رحم) دونوں کو جامع ہے۔ یہ ہے عیسائیوں کی بسیط اور مفصل تحریرات و تقریرات کا خلاصہ۔

اس مسئلہ پر دو طرح سے بحث کیجاتی ہے۔ اوّل تو یہ کہ یہ عقیدہ خود انجیل سے بھی ثابت نہیں۔ دوئم یہ کہ عقیدہ مذکورہ بداہت عقل اور فلسفہ الٓہیہ کے مخالف ہے۔

پہلی بحث سے تو ہمیں کچھ فائدہ نہیں۔ کیونکہ اگر ہم ثابت کردیں کہ انجیل میں یہ عقیدہ نہیں

بلکہ حال کے عیسائیوں کا تراشیدہ ہے تو اسکے معنی یہ ہیں کہ عیسائی مذہب کی اصلی تعلیم تو صحیح ہے مگر اُسکے مبلغوں کی کچھ ملاوٹ اور کھوٹ ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ عیسائی مذہب غلط نہیں بلکہ اُس کے علماء کے خیالات غلط ہیں تو اس سے ہمیں کچھ بہت فائدہ نہیں حالانکہ محنت زیادہ ہے۔ بخلاف اس کے اگر ہم اسکو بداہت عقل اور فلسفہ الٓہیہ کے برخلاف ثابت کردیں تو کمی محنت کے ساتھ فائدہ بہت ہے پس ہم دوسری صورت اختیار کرتے ہیں۔

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ عدل کے معنی ہیں جو چیز جہاں رکھنے کے قابل ہو اوسکو وہاں ہی رکھنا۔ اصل مجرم کو سزا دینا اسی لئے عدل ہے کہ اوس سزا کا محل وہی مجرم ہے۔ پس اصل مجرم کی بجائے غیر مجرم کو سزا دینا دو طرح سے خلاف عدل ہے ایک تو اصل مجرم بری ہونے سے۔ دوئم غیر مجرم کو محل سزا بنانے سے۔ نتیجہ یہ کہ کفارہ مسیح کا مسئلہ خدا کے عدل کے برخلاف ہے۔

اگر کوئی صاحب کہیں کہ جب خود کوئی شخص کسی مجرم کی طرف سے خود ذمہ وار ہوکر سزا برداشت کرے جیسا کہ دنیاوی عدالتوں میں ضامن ہوتے ہیں تو پھر اوسکو سزا دینے میں کیا حرج ہے۔ جواب یہ ہے کہ دنیاوی عدالتوں میں ضامن کو سزا نہیں ملتی بلکہ ضمانت ضبط ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جن جرموں میں بدنی سزا کا حکم ہے اون میں ضمانت بھی قبول نہیں ہوتی۔ جیسے چوری۔ خون۔ ڈاکہ وغیرہ۔

علاوہ اس کے یہ کیا انصاف ہے کہ تمام مخلوق کے گناہوں کی سزا اتنی مختصر کہ ایک دو منٹ میں فیصلہ۔ اور سنو! اور بتلاؤ کہ

کفارہ گذشتہ گناہوں کا ہوا یا آئندہ کا۔ یا دونوں کا۔ اگر صرف گذشتہ کا ہوا تو آئندہ کا کیا علاج۔ اگر صرف آئندہ کا ہوا تو گذشتہ کی کیا دوا۔ اور اگر دونوں کا ہوا تو ایسی بےخوفی میں عیسائی جو چاہیں کریں اُن کو روا ہے۔ اس بیخوفی کے بد نتائج سے کون آگاہ نہیں کہ آج اگر کسی کو معلوم ہو جائے (میرے سب گناہ معاف ہیں تو وہ اس بیخوفی میں کیا نہیں کر گذریگا پھر اُسکو کون روکنے والا یا ملزم بنانیوالا ہوگا۔ پس آپ (اڈیٹر نور افشاں) بتلادیں کہ ہمارے پیش کردہ شقوق میں سے آپ کونسی شق (صورت) کو اختیار کرتے ہیں اور اوسپر اعتراضات کا کیا جواب دیتے ہیں۔

اب ہم مختصر طور پر یہ دکھاتے ہیں کہ انجیل بھی کفارہ مسیح کا رد کرتی ہے۔

یہ تو ظاہر بات ہے کہ حضرت مسیح اگر کفارہ ہوتے تو اُن کو اس کفارہ ہونے سے کبھی قسم کا ملال رنج یا کبیدگی نہوتی۔ کیونکہ رحم کا تقاضا تھا جو خود اختیار کیا تھا۔ حالانکہ ہم انجیل میں ایسا فقرہ بھی پاتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ایسی موت کو ہرگز نہ چاہتے تھے۔ نہ پسند کرتے تھے۔ ذرہ غور سے سنو!

"پھر یسوع اُن کے ساتھ گتسیمنی نامی ایک مقام میں آیا اور شاگردوں سے کہا یہاں بیٹھو۔ جب تک میں وہاں جاکر دعا مانگوں۔ تب اُس نے پطرس اور زبدی کے دو بیٹے ساتھ لئے اور غمگین اور نہایت دلگیر ہونے لگا۔ تب اُس نے اُن سے کہا کہ میرا دل نہایت غمگین ہے بلکہ میری موت کی سی حالت ہے تم یہاں ٹھیرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو۔ اور کچھ آگے بڑھ کے مُنہ کے بل گرا اور دعا مانگتے ہوئے کہا کہ اے میرے باپ اگر ہوسکے تو یہ پیالہ مجھ سے گذر جائے۔ تو بھی میری خواہش نہیں بلکہ تیری خواہش کے مطابق ہو (متی باب ۲۶ آیت ۳۶)

اس اقتباس سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح اس موت کو پسند نہ کرتے تھے بلکہ سخت کارہ تھے مگر جیسا نیک لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ناپسند امر کو بھی تقدیر الٓہی جانکر تن بتقدیر ہوا کرتے ہیں وہی کیفیت حضرت مسیح کی معلوم ہوتی ہے ورنہ دل سے پسندیدگی نہیں۔

جہان میں سکھ کسطرح پھیل سکتا ہے

اس عنوان سے ایک مضمون متعلق پیدائش اولاد رسالہ آریہ مسافر جالندھر میں نکلا ہے جو علمی حیثیت سے قابل قدر ہے۔ علاوہ اس کے گو اس کا لکھنے والا اور شائع کرنیوالا دونوں بڑے پکے ورڈ آریہ ہیں لیکن مضمون آریہ اصول کے برخلاف ہے اسلئے ہم اُسے بعینہ نقل کرکے حواشی میں اُس کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے جائینگے۔ مضمون مذکور میں اردو کی ضد سے بعض الفاظ غیر مانوس استعمال ہوئے

ہیں موقع بموقع اُن کی بھی بذریعہ ترجمہ اصلاح کرتے جائینگے (مسلمان)

(۱) ہر ایک انسان۔ ماتا پتا (ماں باپ) یہ خواہش رکھتا ہے کہ تندرست خوبصورت۔ مضبوط و زیرک۔ تیز فہم اولاد نصیب ہو۔ لیکن تجربہ اس کے بالکل برعکس شہادت دے رہا ہے۔

کیا وجہ ہے کہ سنسار موٹی عقل کے منشوں (آدمیوں) سے بھرپور ہے؟ زندگی کے ہر ایک صیغہ میں قدم قدم پر ناکامیابی نظر آ رہی ہے۔ نیکی۔ سخاوت۔ سچائی۔ خوشی کے بجائے دنیا رنج و الم۔ بدمعاشی۔ بے ایمانی۔ ظلم۔ سفاکی۔ بے رحمی اور طرح طرح کے مصائب کا مرکز بنی ہوئی ہے؟ کیا وجہ ہے کہ لوگوں کی زندگیوں میں راستی و سچائی اسقدر عنقا ہے اور وہ مجسم شیطنت کا نمونہ بنی ہوئی ہیں۔ ان سب سوالات پر غور کرنا ہر فرد بشر و انسانی بچہ کا فرض اولین[1] ہے۔ اگر ہم ذرا نظر تعمق سے دیکھیں تو ان سب اختلافات و تفرقات کا راز منکشف ہو سکتا ہے۔ اگر ہم اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ دس ہزار میں سے شاید ایک بچہ بھی والدین کی باہمی رضامندی و پریم بھری خواہش سے دنیا میں پیدا نہیں کیا جاتا اور باقی نو ہزار نو سو ننانوے بچے والدین کے پشتینی گناہوں اور بیماریوں سے لدے ہوئے پیدا ہوتے ہیں تو کوئی تعجب نہیں۔ اگر سنسار (دنیا) میں پاکیزگی۔ عصمت۔ کامیابی۔ خوشی۔ و درازعمری کے بجائے اسقدر بیماری۔ شراب خوری۔ رنج و الم۔ قتل و خونریزی کی زیادتی۔ قبل از وقت اموات کی تیزی اور گناہوں کی افراط کی گرم بازاری ہے۔ سنسار کی اصلاح اُسوقت مکمل نہیں ہو سکیگی۔ اور نہ اس دنیا میں پوترتا۔ پاکدامنی۔ نیکی اور شانتی کا مکمل سلج قائم ہو سکیگا۔ جبتک سنتان (اولاد) پیدا کرنے کے اصولوں پر

[1] بیشک فرض اول ہے مگر آریہ دہرم اس کا جو جواب دیتا ہے اوس پر بھی غور کرنا سب کا نہیں آریوں کا تو فرض اول ہے۔ وہ جواب یہ ہے کہ اس جون میں کسی روح کو جو کچھ ملتا ہے خواہ جسمانی طاقت ہو یا حسن صورت بحکم تناسخ سب گذشتہ اعمال کا نتیجہ ہے یہانتک کہ پنڈت لیکھرام لکھتا ہے جس درجہ جسمانی سے کوئی شخص حیوانی قالب میں بغرض سزا بھیجا جاتا ہے بعد گذرنے میعاد سزا اسی درجے میں واپس کیا جاتا ہے (ثبوت تناسخ ص ۱۹۷) یہ حوالہ صاف بتلا رہا ہے کہ آریہ دہرم اس غور و فکر کا جواب دیگا کہ تمہاری بتلائی ہوئی تدبیر کچھ کام نہ آئیگی کیونکہ ایشوری نیم (قانون قدرت) ہی یہی ہے کہ اس چکی میں ویسا ہی پیسیگا (مسلمان)

منش کاربند نہ ہو جاوینگے۔

دنیا کی تمام تعلیمی درسگاہیں۔ اصلاح اُپکار کرنیوالی سوسائٹیاں۔ شراب و تمباکو کے برخلاف جہاد[2] کرنیوالی ٹمپرنس سوسائٹیاں و دیگر تمام مذہبی مجلسیں ساری عمر باہم ملکر بنی نوع انسان کی بہبودی و ترقی میں اتنا نمایاں کام نہیں کر سکتیں جتنی کہ ایک ماتا اپنے سنتان کیلئے گربھ (حمل) کے نو مہینہ میں اُن قوانین و اصولوں پر کاربند ہو کر فیض پہنچا سکتی ہے۔

(۲) دنیا کے سب ظہورات کو نظر تعمق سے دیکھنے و جانچنے سے یہ امر بخوبی ذہن نشین ہو جاتا ہے کہ پرماتما کی سرشٹی میں کوئی امر محض "اتفاق" سے ظہور پذیر نہیں ہوتا۔ چھوٹے سے چھوٹے کیڑے کی پیدائش۔ وبڑے سے بڑے جانور کی نشو و نما۔ چڑی کے گرنے سے لیکر ایک پاک زندگی بسر کرنیوالے انسان کی موت۔ شبنم کے چھوٹے قطروں کی بناوٹ۔ اور طوفان کی بربادیاں تک سب کے سب "نیم" (قانون) میں بندھی ہوئی ہیں۔

سب میں پرماتما (خدا) کی سرو دیاپکتا (قدرت) ظاہر ہے اور اس کے لاتغیر و لاتبدل قانون کا سب میں اظہار ہے۔ سنتان کے پیدا کرنے کا بھی اسی طرح ایک "قانون" ہے۔ اس قانون کی خلاف ورزی کا ہی نتیجہ ہوتا ہے کہ بیمار۔ کم عمر۔ کمزور۔ نحیف البدن۔ موٹی عقل و فہم کے انسان پیدا ہوتے ہیں[3]۔ اور اس قانون کی پیروی و تعمیل کرنے سے ہی شکل۔ صورت۔ جسم و اخلاق کے مکمل بچے نصیب ہوتے ہیں۔ اولاد کے پیدا کرنے میں انسان عام طور پر اس قانون کی پیروی نہیں کرتے۔ ناپاک و عیاشانہ بھوگ کے بعد استری کا گربھ وتی (عورت کا حاملہ) ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ والدین کی طرف سے نوزائیدہ کے دنیا میں "مکمل" پیدا کرنے کے لئے جسمانی اخلاقی۔ دماغی طور پر کوئی طیاری نہیں کیجاتی۔ مرد و عورت کے رج و ویریہ (نطفہ) کے اتفاقیہ ملاپ سے ماتا پتا کی خواہش کے برخلاف (کیونکہ گربھ اُن کی نفسانیت اور بھوگ میں سدراہ بنتا ہے) وہ غریب دنیا میں بن بُلائے مہمان کی طرح۔ طرح طرح کی برائیوں اور امراض سے لدے ہوئے دنیا میں۔ رنج و الم کی زندگی بسر کرنے کے لئے آموجود ہوتے ہیں۔

[2] ایں! یہ جہاد کیسا؟ (مسلمان)

[3] تو کیا ان بیماروں کے پچھلے اعمال کا اس میں کوئی دخل نہیں؟ (مسلمان)

اس قسم کی "اتفاقیہ" پیدائشوں سے جو دنیا میں تکالیف۔ رنج و الم پہنچ رہی ہیں۔ اُن کا بیان کرنا بڑا دردناک ہے۔

اس کے علاوہ بہت سے ایسے انسان ہیں جو خواہش سے پیدا کئے گئے ہیں۔ لیکن اُن تمام صفات و قابلیتوں سے محروم رہے ہیں جو ماتا پتا میں اُتم و نیک سنتان پیدا کرنے کے لئے ضروری ہوا کرتی ہیں۔ ان بیشمار انسانوں کے علاوہ ایسے انسان معدودے چند ہیں۔ جو اُن نیموں کی پابندی سے اتفاقیہ پیدا ہو گئے ہوں جو مہان پُرش و روشن دماغ ہو کر دنیا میں بنی نوع انسان کو اپنی غیر معمولی ذہانت و نیکی سے روشنی دیتے ہیں۔ اور جن کی یادگاریں کوئی سنگ مرمر کی عمارتیں کھڑی کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اُن کا نام ہی ابد تک سورج و چاند کی طرح درخشاں و تاباں رہتا ہے۔

ان کے علاوہ ایسے پُرش تو عنقا ہی ہیں جو ماتا پتا کی خواہش و اچھیا (مرضی) سے پیدا کئے گئے ہوں اور جن کی پیدائش میں اُن سب مقدس اصولوں کی پیروی کی گئی ہو۔ جو اُتم و نیک سنتان پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہیں۔ اور جن پر بنی نوع انسان کی مستقبل بہبودی کا بہت کچھ انحصار ہے۔ مت خیال کریں کہ ان نیموں کی پیروی یا خلاف ورزی کا اثر نوزائیدہ کی عمر زندگی یا عمر تک ہی محدود رہتا ہے۔ نہیں نہیں یہ قیامت تک اثر رکھتا ہے۔

ایک بچے کو ایسے اسباب میں پیدا کر کے جو اس کو خرد ماغ و نکما بنانے کا موجب ہوں۔ والدین یا اور سمجھدار انسانوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ وہ دوسری زندگی میں شکسپیئر۔ ملٹن یا بیکن بن جاویں گے۔

بچہ پر ناپاکی۔ شرارت۔ نفسانیت کے سنسکار ڈالکر یہ کبھی دل میں گمان تک بھی نہ کریں کہ وہ موت کے بعد پاکیزگی و نیکی کے رنگ میں رنگا ہوا ہوگا۔ ان وجوہات پر یہ ازبس ضروری ہے کہ ہر ایک ماتا پتا ان اصولوں سے واقفیت حاصل کریں اور یتھا شکتی (حتی المقدور) اپنے جیون کو ان کے انکول (موافق) ڈھالنا شروع کریں۔

(۳) ان نیموں میں بنیادی اصول یہ ہے کہ ماتا پتا کی متفقہ قوت امدادی کی صحیح کوششوں سے ایام گربھ کے دوران و ماقبل میں بچہ کا دل۔ جسم۔ اخلاق اور دل بنایا جاتا ہے۔ جیسے کمہار مٹی سے جو چاہے بنا سکتا ہے۔ اسی طرح گربھ میں اور اس سے پہلے کے عرصہ میں بچہ کا دل۔ جسم۔ اخلاق۔ و دماغ وغیرہ مکمل طور پر جیسا ماتا پتا چاہیں ویسا ہی بن سکتا ہے۔

(۴) لیکن یہ نہایت و لازمی ضروری ہے کہ تندرست۔ ہوشیار و نیک اولاد پیدا کرنے کے لئے عورت کی صحت بالکل مکمل ہو۔ اور وہ قوانین برہمچریہ کے موافق زندگی بسر کرتی ہو اگر عورت کی طبیعت ذرا سی بھی ناساز ہو تو اولاد پیدا کرنے کا خیال تک بھی نہیں کرنا چاہیے حتیٰ کہ اُس کی صحت پورے درجہ پر پہونچ جائے۔

وہ عورتیں جو چوٹی پہننے کی عادی ہوں۔ اُن کو بھی اولاد پیدا نہیں کرنی چاہئے کیونکہ وہ تندرست و مضبوط اولاد پیدا کرنے کے ناقابل ہیں۔ وہ عورتیں جن کو دن رات بناؤ سنگار کا خیال رہتا ہو۔ اور فیشن کے پیچھے پڑی ہوئی ہوں۔ ان کو بھی اولاد پیدا نہیں کرنی چاہئے۔ وہ استریاں جن کا زندگی میں فیشن پرستی کے سوائے کوئی اُچیہ ادیش نہ ہو۔ نیک۔ پاکیزہ و جفاکش اولاد پیدا کرنے کے قطعی ناقابل ہیں۔

مختصر طور پر جو استریاں (عورتیں) اولاد پیدا کرنے کی خواہش رکھتی ہوں۔ اُن کے لئے ضروری ہے کہ وہ پشتینی بیماریوں سے مبرا اور مکمل صحت کی مالک ہوں جسم سڈول و کوتاہ قد کی کمر والی ہوں۔ بچوں کی پرورش کرنیکے لائق ہوں۔ اور زمانہ کی بیہودہ فیشن پرستی و بناؤ سنگار کی خطرناک عادت کے بجائے زندگی کا کوئی مہان آدیش رکھتی ہوں۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ دل میں دھارمک بھاؤ رکھنے والی ہوں۔

سے آریوں کی مدد کی تو نہیں البتہ اُن کی ہمت کی داد دینے کو جی چاہتا ہے کہ یہ لوگ اپنی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰ :۔ کوشش کے کیسے بچے اور ارادوں کے مستقل ہیں کہ خواہ عبارت بگڑ جائے کلام بدوضع ہو جائے مگر عربی الفاظ کی جگہ سنسکرت شبد و نکو ساری نہیں تو حصہ رسدی تو ملجائے اصل اردو لفظ "ایام حمل" دو لفظوں سے مرکب ہے، دونوں عربی ہیں۔ اس لئے راقم مضمون کو گوارا نہ ہوا کہ سارا حصہ عربی کو ملے اسلئے اُسنے کس خوبی سے تصرف بیجا کر کے "ایام گربھ" لکھ مارا۔ گو "آدھا تیتر آدھا بٹیر" بنگیا مگر سنسکرت کو تو حق مل گیا۔ اسیکو کہتے ہیں ؎

کوئے جاناں سے خاک لائینگے ٭ اپنا مندر نیا بنائینگے۔ (مسلمان)